جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے وہ کسی مستند و ماہر مفتی سے معلوم کرلیں۔۔ (ابوزبیر)

آپ کے مسائل اور اس کے جوابات (27)

از مفتی محمد صاحب

دارالافتاء، جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی

مضامین:

☆ اجتماعی قرآن خوانی کی شرعی حیثیت
☆ ملازم پورا وقت نہ دے تو کمائی کا حکم
☆ مسجد میں یا کسی کے گھر جا کر اُجرت پر قرآن پڑھانا
☆ عدالتی خلع کی شرعی حیثیت ☆ حرام خور کی اچھی موت دلیلِ نجات نہیں
☆ قریبی مسجد کا امام بدعتی ہو تو کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجتماعی قرآن خوانی کی شرعی حیثیت:

سوال:1- آج کل جو محلّہ کی مسجد سے چند ایک طلبہ کرام کو یا چند دیندار قسم کے لوگوں کو اکٹھا کر کے ختم قرآن گھروں میں ہوتا ہے، اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

2- ختم قرآن کے بعد جو کھانا، پینا وغیرہ (جو ختم قرآن کروانے والے اپنی مرضی سے دیتے ہیں) اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

3- ختم قرآن کے بعد جو نقد پیسے دیے جاتے ہیں ان کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اجتماعی قرآن خوانی ایصال ثواب کے لیے ہو تو اس مقصد کے لیے شریعت میں اس مخصوص طریقے کا کوئی ثبوت نہیں، غیر ثابت ہونے کے علاوہ یہ طریقہ کئی مفاسد پر بھی مشتمل ہے، اس لیے ناجائز اور واجب الترک ہے۔ اگر اس کو سنت اور ثابت سمجھ کر کیا جائے جیسا کہ عموماً لوگ یہی سمجھتے ہیں، تو یہ بدعت ہے، جس پر احادیث میں شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں، لہٰذا ایسی قرآن خوانی پر کھانے پینے یا نقد رقم وغیرہ کی شکل میں جو عوض لیا جائے اس کا لینا اور استعمال کرنا ناجائز وحرام ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ 7/297، 300)

البتہ اگر قرآن خوانی گھر میں خیر وبرکت کے لیے ہو یا بغرض رقیہ وعلاج ہو اور اس مقصد کے لیے اجتماع کا اہتمام یا تو بالکل نہ ہو، یا کم اَز کم اس کو سنت نہ سمجھا جائے تو ایسی قرآن خوانی کی گنجائش ہے، اس طریقہ سے قرآن خوانی کرنے والوں کے لیے قرآن پڑھنے پر معلوم اُجرت کھانے پینے یا نقد رقم کی شکل میں لینے کی بھی گنجائش ہے۔

ملازم پورا وقت نہ دے تو کمائی کا حکم:

سوال: ایک شخص سرکاری ملازم ہے، آج کل دفتر کے اوقات صبح 8 سے 4 بجے تک ہیں۔ایک شخص ایک گھنٹہ دیر سے آتا ہے، اور مقررہ وقت سے پہلے چلا جاتا ہے۔تو اس کی تنخواہ حرام ہوگی یا نہیں؟ اپنا کام بالکل پورا پورا کرتا ہے۔یعنی کام تین چار گھنٹوں کا ہوتا ہے۔2 بجے کے بعد دفتر سے میرا آفیسر چلا جاتا ہے، میرا کوئی کام نہیں ہوتا۔

جواب: چونکہ تنخواہ دار ملازم ''اجیر خاص'' ہوتا ہے اور اجیر خاص شرعاً وقت کی اُجرت لیتا ہے، لہٰذا سرکاری و غیر سرکاری تنخواہ دار ملازم کے لیے ڈیوٹی کے سارے وقت میں حاضر رہنا شرعاً ضروری ہے، مکمل حاضری کی صورت میں ہی ایسے ملازم کی تنخواہ حلال ہوتی ہے، ورنہ جتنے گھنٹے وہ غیر حاضر رہے اتنے گھنٹوں کی تنخواہ لینا اس کے لیے جائز نہیں ہوتا، بلکہ حساب کر کے اتنی رقم محکمے کو واپس کرنا اس پر لازم ہوتا ہے۔ہاں اگر کہیں خود مستاجر یا مجاز اتھارٹی کی طرف سے کچھ وقت پہلے چلے جانے کی ملازم کو اجازت ہو تو ایسی صورت میں تنخواہ کے حلال ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔واضح رہے کہ عموماً سرکاری ملازمین کو وقت سے پہلے دفتر سے جانے کی قانوناً اجازت نہیں ہوتی، تاہم اگر کسی محکمے میں قانوناً مجاز اتھارٹی کی طرف سے ایسی کوئی گنجائش ہے تو ایسی صورت میں کل تنخواہ حلال ہے۔

مسجد میں یا کسی کے گھر جا کر اُجرت پر قرآن پڑھانا:

سوال: مسجد میں کسی کو قرآن پڑھانا یا گھر جا کر کسی کو قرآن پڑھانا، اور اس پر اُجرت لینا جائز ہے یا ناجائز؟ (عبداللہ ۔ پشاور)

جواب: تنخواہ دار ملازم کے لیے مسجد میں کسی کو قرآن پڑھانا جائز نہیں، البتہ مجبوری ہو اور مسجد سے باہر کوئی مناسب جگہ نہ ہو تو بضرورت گنجائش ہے، بشرطیکہ مسجد کے ادب و احترام اور صفائی وغیرہ کا خیال رکھا

جائے، بہت کمسن بچوں کو مسجد میں نہ لایا جائے اور مسجد میں آنے والوں کی نماز، تلاوت اور ذکر اذکار وغیرہ معمولات میں کوئی خلل نہ آنے دیا جائے۔ (ملخصاً از احسن الفتاویٰ)

کسی کے گھر جا کر قرآن پڑھانا جائز ہے، البتہ اُجرت پر کسی کے گھر جا کر پڑھانا علماء کی شان اور علمی وقار کے خلاف ہے۔

عدالتی خلع کی شرعی حیثیت:

سوال: عدالتی خلع سے متعلق درج ذیل چند سوالات کے تسلی بخش جوابات ضربِ مؤمن کے مسائل میں شائع کرنے کی درخواست ہے:

1- عام حالات میں خلع کیا لڑکی یا لڑکے کی طرف سے یکطرفہ دوسرے کی رضا کے خلاف ہو سکتا ہے؟

2- کیا دونوں خاندانوں کے بعض بزرگوں کی باہمی ناراضی یا ایک دوسرے کی گستاخی کرنے کی وجہ سے کسی کے لیے شرعاً یہ جائز ہوگا کہ وہ اپنے لڑکے یا لڑکی کو خلع پر مجبور کرے؟ یا اس کو صلح کی راہ اختیار کرنی چاہیے؟

3- اگر یکطرفہ طور پر دوسری طرف سے آخر تک لڑکے کی ناراضی کے باوجود لڑکی کے بزرگ خلع کی ڈگری لے لیں تو اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

4- اگر مذکورہ صورت میں خلع ہو گیا تو عورت پر کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟ کیا یہ عورت اپنے شوہر سے اس کی رضامندی کے ساتھ شرعی طریقہ سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

5- اور اگر خلع نہیں ہوا تو پھر کیا اس صورت میں وہ لڑکی خود یا اس کے سرپرست اس کا نکاح دوسری جگہ کرا سکتے ہیں؟

6- خلع ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں لڑکا اور لڑکی اگر گزشتہ پر توبہ استغفار کر کے دوبارہ ساتھ رہنا

چاہتے ہیں تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟
کیا دونوں کے والدین یا کسی ایک کے والدین کے لیے شرعاً یہ جائز ہے کہ وہ ان کو نکاح کرنے سے محض اس وجہ سے روکیں کہ پہلے آپس میں ناخوشگوار واقعات پیش آچکے ہیں؟

7- کچھ ناخوشگوار واقعات رونما ہونے کے بعد لڑکا اور لڑکی دوبارہ میاں بیوی بن کر اپنا گھر آباد کرنا چاہتے ہیں تو ایک شفیق اور مسلمان دیندار والد اور سرپرست کی ان حالات میں کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ کیا اس کے لیے شرعاً اخلاقاً یہ جائز ہے کہ وہ اپنے لڑکے یا لڑکی کو عاق کردینے یا قتل کردینے وغیرہ کی دھمکی دے جس سے اولاد کی ذہنی اور جسمانی صحت متاثر ہونے کا شدید خطرہ ہو؟

حضرت معافی چاہتا ہوں سوالات بہت ہوگئے مگر مجھے امید ہے کہ آپ کے جوابات سے نہ جانے کتنے بزرگوں کو نئی روشنی نصیب ہوگی اور کتنے ایسے جوڑوں کے گھر آباد ہوجائیں گے، ہمارے ہاں آج کل اس کی بہت کہانیاں چل رہی ہیں۔ امید ہے کہ مایوس نہ فرمائیں گے۔ (فقیر غنی ۔ راولپنڈی)

جواب: واضح رہے کہ میاں بیوی کی رضامندی کے بغیر والدین کے اپنے طور پر کئے ہوئے عقدِ خلع کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ عدالتی خلع میں بھی لڑکی یا اس کی اجازت سے اس کے والدین وغیرہ کی طرف سے شرعاً مطالبہ ضروری ہے اور لڑکی کے مطالبہ کے ساتھ شوہر کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ اگر شوہر راضی نہ ہو اور عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کرے جس کی وجہ سے عدالت فسخ نکاح کی ڈگری جاری کردے، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسا یکطرفہ عدالتی خلع کسی ایسے امر کی بنیاد پر ہو جو شرعاً فسخ نکاح کی بنیاد نہ بن سکے تو عدالتی خلع کی ایسی ڈگری باتفاق علماء غیر معتبر ہے اور اگر عدالت ایسی صورت میں اس بناء پر فسخ نکاح کا فیصلہ دے کر شوہر مثلاً متعنت ہو یعنی نان نفقہ نہ دیتا ہو اور عدالت کے حکم پر بھی دینے کے لیے تیار نہ ہوتا ہو، یا عدالت کے بار بار نوٹس کے باوجود عدالت میں حاضر نہ ہوتا ہو اور بیوی اس کا تعنت عدالت میں شرعی شہادت سے ثابت کرچکی ہو تو ایسی صورت میں فسخ نکاح کی عدالتی ڈگری کو علماء نے شرعاً معتبر قرار

www.alkalam.pk

دیا ہے۔

مسئولہ صورت میں اگر ایسی کوئی بات نہیں اور محض خاندان کے بڑوں میں ناچاقی کی وجہ سے لڑکی والوں نے خلع کا مطالبہ کیا ہے اور عدالت نے بھی اسی بنیاد پر فسخ نکاح کی ڈگری جاری کی ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے تو عدالتی خلع کی مذکورہ ڈگری کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ میاں بیوی میں حسبِ سابق نکاح برقرار ہے اور عدالت کی اس ڈگری کی وجہ سے ان کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

لہٰذا لڑکی کے اولیاء پر لازم ہے کہ لڑکی کو فوراً اس کے شوہر کے پاس بھیجیں، کسی اور جگہ لڑکی کا رشتہ کرنا ان کے لیے قطعاً جائز نہیں۔ لڑکے کے اولیاء پر بھی لازم ہے کہ جب لڑکا راضی ہے اور وہ اپنا گھر آباد کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کو اجازت دیں اور اس کے ساتھ تعاون کریں، ان کے لیے ان کی راہ میں رکاوٹ بننا قطعاً جائز نہیں، خلاصہ یہ کہ طرفین کے بڑوں کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ صلح کی کوشش کریں اور محض اپنی ناچاقی کی وجہ سے اپنے بچوں کا گھر برباد نہ کریں، ورنہ وہ سخت گناہ گار اور ظالم شمار ہوں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

بفرضِ محال اگر مسئولہ صورت میں خلع شوہر کی رضامندی سے ہوا ہو یا عدالت نے اس کا تعنت ثابت ہونے کی بنیاد پر خلع کی ڈگری جاری کی ہو تو ایسی صورت میں بھی صرف ایک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے، لہٰذا میاں بیوی اگر دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں تو شرعاً ان کو اس کی اجازت ہے۔ طرفین کے بڑوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اس میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اس جائز بلکہ مستحسن امر پر اولاد کو عاق قرار دینا یا ان کو قتل کی دھمکی دینا شرعاً واخلاقاً کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے صاف حکم ارشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کو اپنے شوہروں کے نکاح میں جانے سے نہ روکو۔

کما قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعۡضُلُوهُنَّ أَنۡ يَنكِحۡنَ أَزۡوَاجَهُنَّ﴾

حرام خور کی اچھی موت دلیل نجات نہیں:

سوال: اگر کسی محفل میں یہ کہا جائے کہ علماء حضرات فرماتے ہیں اور حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جسم کا وہ ٹکڑا جو حرام مال سے پلا ہو جنت میں نہیں جائے گا تو اس کے لیے ہمیں حرام مال کمانے کے ذرائع سے بچنا چاہیے یعنی رشوت نہیں لینی چاہیے اور بینک وغیرہ کی ملازمت سے بچنا چاہیے، اب محفل میں بعض لوگ ایسے بیٹھے ہوتے ہیں کہ جن میں سے کوئی رشوت خور ہوتا ہے تو کوئی بینک کا ملازم۔ اب یہ کہتے ہیں کہ ہمارے محلے میں فلاں شخص بینک کا منیجر تھا، اس کی موت تو بہت اچھی آئی تھی، جس دن وہ فوت ہوا تھا رمضان کا مہینہ تھا، روزے سے تھا اور رات بھی ستائیسویں تھی۔ عصر کی نماز کے بعد اس نے تبلیغی نصاب سے تعلیم بھی کروائی تھی اور رات کو عشاء کی نماز باجماعت پڑھی تھی، پھر اگلے دن صبح کی نماز بھی باجماعت پڑھی تھی، دن میں گیارہ بجے وہ فوت ہوگیا اور جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا وہ جنتی ہے، اس لیے کسی کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اس کا ذریعہ معاش ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بڑا غفور ورحیم ہے، مطلب اصل میں ان کے کہنے کا یہ ہے کہ جتنے مرضی گناہ کرلو مگر ساتھ ساتھ روزہ، نماز اور دوسری نیکیاں بھی کرتے رہو تو ان نیکیوں سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان کا کہنا درست ہے؟

جواب: واضح رہے کہ اخروی نجات کا دارومدار اس پر نہیں کہ کسی مسلمان پر موت اچھی یا بری کس حالت میں آتی ہے؟ بلکہ اخروی نجات کا دارومدار اللہ تعالیٰ نے ایمان وعمل صالح پر رکھا ہے، شریعت نے قرآن وحدیث کی قطعی نصوص کی شکل میں انسانوں کو واضح اُصول بتادیے ہیں۔ ان اصول کی روشنی میں حرام واضح اور حلال بھی واضح ہے، لہٰذا کسی کبیرہ گناہ کے مرتکب کی اچھی حالت پر موت سے نہ تو اس کبیرہ گناہ کا جواز ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی یہ کہ انسان خواہ جتنے گناہ کرتا رہے اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے محض نماز روزے سے معاف فرمادیتا ہے۔ یہ نظریہ اُصولِ شریعت کے خلاف اور سراسر جہالت ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآن پاک میں جگہ جگہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر فرماکر اور جنت کے بارہ میں یہ ارشاد فرماکر کہ وہ

www.alkalam.pk

متقیوں کے لیے بنائی گئی ہے، عام ضابطہ یہی طے کیا ہے کہ اخروی نجات کے لیے نیک عمل اور کبائر سے اجتناب اور اگر غلطی سے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہو تو اس سے توبہ تائب ہو کر اس کی تلافی کا اہتمام ضروری ہے، لہٰذا عمومی انداز میں یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ کبائر سے توبہ کیے بغیر کوئی شخص اُصولاً نجات کا مستحق نہیں، خواہ اس کی موت اچھی حالت پر آئے، البتہ اتنی بات ہے کہ الگ الگ ہر شخص کی اخروی نجات کا معاملہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں سے پردۂ خفا میں رکھا ہے اس لیے کسی متعین شخص کے جنتی یا جہنمی ہونے کا یقین اس دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ممکن ہے جس کو ہم بہت گناہگار سمجھ رہے ہوں وہ سچے دل سے توبہ کر لیتا ہو یا اس کی کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیں اور اپنے خاتمہ وانجام کا کچھ پتہ نہیں، اس لیے اپنے بارے میں فکرمند ہونا اور اپنی اصلاح کی فکر کرنا چاہیے اور دوسروں کو اپنے سے افضل سمجھتے ہوئے ان کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”أذكروا موتاكم بخير.“

یعنی تم مسلمان مُردوں کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرو۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ جو مسلمان دنیا سے رخصت ہو گیا ہو اس کے بارہ میں اللہ کی رحمت سے اچھی اُمید رکھی جائے۔

خلاصہ یہ کہ ایک طرف یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ کبائر سے اجتناب کے بغیر اُصولاً نجات ممکن نہیں، اور دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ جو مسلمان دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کے بارہ میں نیک گمان رکھا جائے اور کسی کے کسی برے عمل کے پیش نظر اس کے بارہ میں بدگمانی پر مبنی کوئی بات نہ کی جائے۔

ختم قرآن وغیرہ کے موقع پر مساجد کو سجانا:

سوال: ختم تراویح کے موقع پر بہت سی مساجد جو کہ دیوبند مسلک کی ہوتی ہیں اُن کو کاغذی پھول پتیوں سے سجایا جاتا ہے اور ضرورت سے زیادہ چراغاں کیا جاتا ہے اور چاولوں کی دیگ پکا کر تقسیم کی جاتی ہے، تراویح پڑھانے والے کو پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں، بعض مساجد ان میں ایسی بھی ہیں جن کا متولی تراویح بھی خود ہی پڑھاتا ہو، ایسی صورت میں اوّل اُن کو کوئی منع نہیں کرتا، دوسرے اگر ان کو منع کیا جائے کہ یہ فضول خرچی ہے، نیز بڑے بڑے مدارس میں جو مساجد ہیں ان میں بھی ایسا نہیں کیا جاتا، جیسے خیر المدارس یا قاسم العلوم وغیرہ تو وہ کہتے ہیں کہ خوشی کے موقع پر ہم اپنے گھروں کو سجاتے ہیں تو کیا مساجد کو نہ سجائیں یہ تو اللہ کے گھر ہیں، ایسے موقع پر مسجد کو سجانے کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟

جواب: مساجد کو ختم قرآن یا کسی اور موقع پر پھول پتیوں سے سجانے یا چراغاں کرنے وغیرہ کی جو رسم مروّج ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ اس میں فضول خرچی وغیرہ کئی مفاسد پائے جاتے ہیں، اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے اور ختم قرآن کے موقع پر دیگ پکانے اور تقسیم کرنے کی بھی شرعاً کوئی حیثیت نہیں، اگر دعوت مقصود ہو تو اس کے لیے اس وقت کا انتخاب اور مسجد میں کھلانے کا التزام بے اصل ہونے کے علاوہ کئی مفاسد پر مشتمل ہے، اس لیے اس رسم سے بھی اجتناب لازم ہے۔

قریبی مسجد کا امام بدعتی ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: میرے گھر کے قریب مسلک دیوبند کی دو مساجد ہیں اور دونوں مسجدوں کے امام بدعات میں شمولیت کرتے ہیں مثلاً فوتگی کے موقع پر تیجہ یعنی قل خوانی اور چالیسواں وغیرہ، ہم نے علماء سے سنا ہے بلکہ کئی مرتبہ ضربِ مؤمن اور خواتین کے اسلام میں بھی پڑھا ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے،

اب مجھے پریشانی رہتی ہے کہ کیا کروں کیونکہ تیسری مسجد مسلک دیوبند کی جو کہ بدعات سے گریز کرتا ہے وہ میرے گھر سے کچھ فاصلے پر ہے اور وہاں جانے میں مجھے دقت ہوتی ہے تو ایسی صورت حال میں میں کیا کروں؟ جو مسئلہ مجھے درپیش ہیں یہی مسئلہ اور لوگوں کو بھی ہوگا، مگر کیا کریں؟ مجبوراً ہمیں بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی پڑھتی ہے۔اس معاملہ میں میری رہنمائی فرمائیں۔ (محمد سلیم اختر ۔ ملتان)

جواب: بدعات کے مرتکب امام کے پیچھے عام حالات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن مسئولہ صورت میں اگر آپ کے لیے تیسری مسجد تک جانے میں حرج ہے تو بضرورت آپ قریبی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔تنہا نماز پڑھنے سے ایسے بدعتی امام کی اقتداء میں نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]